ایڈورڈ سعید ___ ایک مشرقی مغرب میں

عظمیٰ سیٹھی

Abstract:

Edward Said was an epoch making philosopher, critic,writer and musician. He was also an iconoclast who challenged the cherished views of the western society, in spite of being educated in its bosom. His brain adventured into the fields of Literature, politics and music. He proved his mettle in all these fields. Consequently, he was awarded several prizes for his contributions. His major works include, 'Orientalism', 'Covering Islam' and 'Musical Elaborations'. He had the ability to think out of the box. This is precisely the reason he refused to accept the views of the society he lived in. He had great critical ability and foresight that could pierce through the false barriers of color and creed. He supported the Muslim stance in spite of being a Christian. This is true intellectualism and he adhered to it steadfastly, though he was rebuked by many.

سر شیخ عبدالقادر جب قانون کی تعلیم کے لیے عازِم انگلستان ہوئے تو انھوں نے اپنے مجلّے ’مخزن‘ کے لیے جو پہلا مضمون بھجوایا تھا اُس کا عنوان ’ایک مشرقی مغرب میں تھا۔‘ اِس عنوان کی مناسبت ایڈورڈ سعید کے ساتھ بھی ہے کہ مغرب میں رہ کر بھی اُن کا دل مشرق کے لیے دھڑکتا تھا۔

ایڈورڈ سعید تحریر، تقریر اور عمل کی تینوں سطحوں پر بیسویں صدی کے نصف دوم کی ایک نہایت قابل اور سرگرمِ عمل شخصیت کی حیثیت سے ہمارے سامنے آتے ہیں۔ اُن کی شناخت صرف ایک دانشور ہی نہیں بلکہ ایک مفکر اور فلاسفر کی بھی ہے۔ جہادِ فلسطین پر اُن کا موقف بہت واضح تھا اور اُن کی موسیقی شناسی بھی مسلّمہ تھی۔ وہ ایک ایسے فکر مند دانشور کے طور پر اُبھرے جِسے اپنے تصورات پر اصرار تو تھا مگر کسی بھی شدت پسند رویے کے حامل نہ تھے لہٰذا اُن کی بات دِلوں پر اثر کرتی تھی:

''دراصل ان کی شناخت ان کی سنجیدہ فکر، دیانت داری اور خود اعتمادی کے حوالوں سے جس قدر ممکن ہے کسی اور حوالے سے شاید ممکن نہیں۔'' (۱)

ایڈورڈ سعید ۱۹۳۵ء میں یروشلم میں پیدا ہوئے اُن کی ابتدائی تعلیم یروشلم اور مصر میں ہوئی، پرنسٹن یونیورسٹی سے ایم۔اے اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری ہاورڈ سے حاصل کی۔ درس و تدریس کے پیشے کو اپنایا، ہاورڈ، ایسٹین فورڈ، پرنسٹن، جان ہاپکنس جیسی یونیورسٹیوں سے منسلک رہے۔ کولمبیا یونیورسٹی کے شعبۂ انگریزی اور تقابلی مطالعات سے منسلک ہو کر آخری دِنوں تک مصروف رہے۔ دو درجن سے زیادہ تصنیفات کے تراجم کیے جو دوسری زبانوں کے قارئین تک اُن کے خیالات کے پہنچنے کا ذریعہ بنے۔ ادب، ثقافت، سیاست اور موسیقی کی مختلف سمتوں اور شعبہ جات پر مشتمل تقریباً اٹھارہ تصنیفات اُن کا سرمایۂ حیات ہیں۔ انعامات اور اعزازات کی ایک لمبی فہرست ہے عرب کے رسالے Arab Studies of Foreign Relations News Yourk, Academy of Arts and Science اور PEN کی مجلسِ عاملہ کے رکن رہے۔

''میں مرنے نہیں جارہا ہوں کیوں کہ بہت سے لوگ مجھے مُردہ دیکھنا چاہتے ہیں'' کینسر جیسے لاعلاج مرض سے تقریباً سات سال تک لڑتے رہنے کے بعد آخرِ کار ۲۵ ستمبر کو ایڈورڈ سعید کا انتقال ہوگیا موت کے وقت ان کی عمر ۶۷ سال تھی۔'' (۲)

ایڈورڈ کا شمار بیسویں صدی کی آخری چوتھائی کے نہایت اہم مفکروں میں ہوتا ہے۔ وہ نہایت اہم ترین ادبی ناقد بھی تھے۔ اُن کی عالم گیر شہرت اصل میں امریکہ میں آزادیٔ فلسطین کے حوالے سے ہے وہ اس کے زبردست حامی تھے:

''ایڈورڈ سعید زندی بھر ذہنی جلاوطنی کا شکار رہے۔ ان کا پس منظر بھی کچھ اس طرح کا تھا وہ یروشلم (فلسطین) میں پیدا ہوئے لیکن ان کا خاندان اینگلیکن تھا۔ اس طرح ایک مسلم اکثریت والے اقلیتی سماج میں بھی ان کا خاندان اقلیتی حیثیت کا تھا۔ ان کے والد امریکہ میں کئی سال رہ چکے تھے اور دیکھا جائے تو امریکہ کی حیثیت بھی ان کے لیے گھر جیسی ہی تھی۔ مذہبی وجوہ سے وہ انگلینڈ بھی آتے جاتے رہتے تھے۔ دوسری طرف کاروباری ضرورتوں کے تحت ان کا خاندان یروشلم اور قاہرہ کے درمیان بھی آتا جاتا رہتا تھا۔ ایڈورڈ سعید کے بچپن کا کچھ زمانہ لبنان میں بھی گزرا تھا۔ بعد میں وہ امریکہ میں بس گئے۔'' (۳)

مختلف تہذیبوں اور قوموں کے درمیان رہنے سے ان میں ایک خاص قسم کا وژن پیدا ہوگیا تھا۔ سیاسی وجوہ کی وجہ سے فلسطین نہ جاسکتے تھے اور نہ ہی مصر واپس جاسکتے تھے والدہ کا قیام لبنان اور بیوی کا وطن بھی لبنان ہی تھا لیکن ایڈورڈ کا وہاں جانا ممکن نہ تھا۔ زندگی بھر فلسطین کے بارے میں اپنے موقف کی وجہ سے یاسر عرفات سے اختلافات رہے۔ وہ آسانی سے کہیں جُڑ نہیں پاتے تھے۔ ذہنی کرب اور ذہنی جلاوطنی نے پوری حسیت سے اپنا رشتہ خود کے ساتھ ہمیشہ کے لیے استوار کرلیا تھا۔

ایڈورڈ نے جوزف کانریڈ پر بہت کچھ لکھا ہے۔ اُن کی پی ایچ ڈی کا مقالہ بھی کانریڈ ہی تھا:

''ایڈورڈ سعید کا ماننا تھا کہ کانریڈ کی تخلیقات پڑھنے کے بعد انھیں محسوس ہوا کہ وہ دراصل اپنی ہی کہانیاں پڑھ رہے ہیں۔ وہ کانریڈ کو صرف ایک عظیم فکشن نگار ہی نہیں مانتے تھے بلکہ ان کے خیال میں کانریڈ دراصل اخلاقی ادب کے سب سے بڑے نمائندہ بھی قرار دیے جاسکتے ہیں۔'' (۴)

شروع شروع میں ایڈورڈ کی دلچسپی صرف انگریزی ادب کے اکادمک مطالعے تک محدود تھی جن کا تعلق کسی قسم کی فکری بنیادوں سے قطعی نہ تھا۔مگر رفتہ رفتہ ایسے مسائل پر سوچنا یا کام کرنا شروع کیا جن کا تعلق بظاہر سیاست سے تو نہ تھا مگر دانشوری لہجہ، سماج، ادب، تاریخیت اور آپسی تال میل صاف نظر آتے ہیں۔ اگر موازنہ کیا جائے تو وہ ''چومسکی'' سے متاثر نظر آتے ہیں۔ چومسکی سے اگرچہ ان کے اختلافات تھے مگر ایڈورڈ نے چومسکی کو ہمیشہ خود سے زیادہ اہم اور قابل گردانا، اگرچہ نظریاتی اختلافات اپنی جگہ موجود تھے۔ وہ چومسکی کو ''نوکو'' سے بھی زیادہ اہم تسلیم کرتے رہے:

''ایڈورڈ سعید کی پہلی کتاب ''Beginings'' ہے اس کتاب میں ان کی آواز اتنی بلند آہنگ اور منظّم تو نہیں، جو ان کی دوسری کتاب ''Orientalism'' میں ظاہر ہوئی۔مگر پہلی کتاب ''Beginings'' ان کی سب سے اہم کتاب ہے۔'' (۵)

Beginings میں ''ویکو'' کا اثر بہت واضح محسوس ہوتا ہے۔ انہوں نے اس عہدِ آبی کو اپنی روح سے محسوس کیا۔ اسی حوالے سے مارکس اور ابنِ خلدون سے بھی متاثر ہوئے، ویکو جس طرح کائنات کے متعلق مذہبی تاویلات سے شعوری طور پر دامن بچاتے رہے۔ ڈیکارٹ، کیتھولزم اور منطقی استدلال کے خلاف بھی ایک شعوری لہر تھی۔ سعید نے اس میں ہمیشہ بہت کشش محسوس کی:

''Beginings'' میں ہی ایڈورڈ سعید نے اس امر کی طرف صاف اشارہ کیا تھا کہ اسرائیل ایک ایسا سماج ہے جس کی بنیادیں مذہبی علمی غلط فہمیوں پر قائم ہیں۔'' (۶)

ایڈورڈ کی دوسری کتاب ''Orientalism'' میں فوکو کا اثر نمایاں ہے مگر خود ایڈورڈ نے اس کی تردید کی ہے۔ اُن کا کہنا تھا:

''Orientalism لکھتے وقت وہ فوکو کو جانتے تک نہ تھے۔'' (۷)

'' Orientalism'' ان کی سب سے زیادہ اہم اور مشہور تصنیف ہے اس کی مخالفت اور موافقت میں بہت کچھ لکھا جاچکا ہے۔ یہ اُن کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ سعید کی کتاب '' The World, The Text, The Critic'' اُن کی دوسری تصنیفات سے مختلف ہے اس میں 'دریدا' پر بھی ان کی تنقید کا ایک باب شامل ہے۔ سعید کا خیال ہے کہ:

''دریدا بہت ہوشیار انسان ہیں اور وہ بار بار ہمیں متن کے اندر دھکیلتے رہتے ہیں جب کہ فوکو

ہمیں بار بار اندر اور باہر گھسیٹتے رہتے ہیں۔'' (۸)

سعید اپنی فکر کے حوالے سے معنی خیز سوالات بھی کرتے ہیں۔ سعید نے اپنی کتاب'' Culture and Imperialism'' میں ایک مارٹینی شاعر کی چند سطریں درج کی تھیں جو اُنہوں نے اپنے ایک اور مضمون میں بھی دُہرایا ہے:

''لیکن آدمی کا کام تو بس شروع ہو رہا ہے۔
اور یہ ذمہ داری اُس کی
کہ وہ جیت لے تمام ہِنسا کو
جو چھپی ہے اُس کے غصے کے کٹوروں میں
اجارہ نہیں کسی نسل کا خوب صورتی پر'' (۹)

اپنی مشہور عالم کتاب ''Covering Islam'' کے دوسرے، ترمیم شدہ ایڈیشن میں سعید نے جو دیباچہ لکھا ہے وہ نہایت اہم ہے دنیا کی توجہ اس خطرناک رجحان کی طرف مرکوز کرنے کی کوشش کی ہے کہ:

''مغربی مقبول میڈیا دنیا کے مسلمانوں کو کٹر، مذہبی جنونی، پُرتشدد، عیاش اور بے عقل ثابت کرنے پر تُلا ہوا ہے اور یہ صرف اس لیے ہو رہا ہے کہ ساری دنیا میں اسلام کو عیسائیت کا زبردست حریف سمجھا جا رہا ہے۔'' (۱۰)

ایڈورڈ سعید کی دانشورانہ اہمیت کا تعین کرنا کوئی آسان نہیں ہے۔ وہ بیک وقت ناقد، ادیب، موسیقی شناس، محبِ وطن تھے۔ ادب اور موسیقی کے غیر رسمی نقاد تھے اور ہمہ گیر صفات کے مالک تھے لہٰذا کسی ایک خصوصیت کی بنا پر اُن کی شخصیت کا احاطہ ممکن نہیں۔ فلسطینی قومیت کے پُرزور وکیل تھے۔ مشرق کی از سرِ نو بازیافت اُن کی زندگی کا نصب العین نظر آتا ہے:

''وہ امریکہ میں پس ساختیات بائیں بازو کے با اثر نمائندوں میں شامل تھے اور ثقافت و سیاست کی تفہیم نو اُن کا ایک اہم مقصد تھا۔'' (۱۱)

ایڈورڈ سعید بلاشبہ ہمارے دُور کے عظیم ترین عرب تھے۔ جس وقت اُن کی پیدائش عیسائی خاندان میں ہوئی تھی اُس وقت یروشلم پر برطانیہ کا قبضہ تھا۔ ۱۹۴۸ء میں جب مغربی ممالک نے مل کر فلسطینیوں کی زمین پر یورپ کے یہودیوں کے لیے اسرائیل کے نام سے ایک الگ ملک بنا دیا تو اس نے نئی قومی حکومت نے لاکھوں فلسطینیوں کو جبراً باہر نکال دیا اور اُن کی دولت کو مغربی ممالک نے خاموشی اور رضامندی سے ضبط کر لیا تب سے لاکھوں فلسطینیوں کی طرح ایڈورڈ بھی ہمیشہ کے لیے وطن بدر ہو گئے۔ دولت مند گھرانے سے ہونے کے باعث مختلف ممالک کی یونیورسٹیوں میں پڑھا اور دنیا میں جہاں بھی گئے پوری شان سے رہے لیکن انہیں دل کا چین نصیب نہ ہوا اپنی خود نوشت (Out of Place) میں کسی ملال کے بغیر لکھا ہے:

''چین کیا چیز ہوتی ہے، میں نے کبھی نہیں جانا۔'' (۱۲)

وہ ان مابعد جدید دانشمندوں میں سے نہیں تھے جو ہر دم الفاظ کی طاقت، معنویت اور ریڈیکل اسٹریٹیجیز گھڑتے رہتے ہیں لیکن حقیقی سیاست، عوامی زندگی اور ان کے دُکھ درد سے کبھی اپنا دامن میلا نہیں ہونے دیتے۔ ایک معروف اکیڈیمک سپر اسٹار ہونے کے باوجود انہوں نے فلسطینی لوگوں کی جدوجہد میں مرکزی رول ادا کیا۔ فلسطینی خطے، اسرائیلی صہیونیت کی نو آبادیات کی طرح ہوں گے سعید کی اس پیشگوئی کی سچائی آج ظاہر ہوچکی ہے۔ وہ زندگی بھر مغربی دنیا میں فلسطین کے سب سے بڑے ترجمان کا کردار ادا کرتے رہے۔ فلسطین کے حوالے سے ان کے سینکڑوں، شاید ہزاروں بیانات، تقاریر، انٹرویوز اور مضامین موجود ہیں۔ ان کی کتاب ''فلسطین کا مسئلہ (The Question of Pelastine) ایک نمائندہ دستاویز ہے:

> ''سعید کی موت کچھ حلقوں میں ایسی موت تھی جس کا بہت انتظار تھا گزشتہ بارہ سالوں سے وہ کینسر کا شکار تھے۔ وہ بارہ سال تک زندہ دلی کے ساتھ، خوفزدہ ہوئے بغیر اور ہمت ہارے بغیر اپنی موت کو ٹالتے رہے تاکہ ہر لمحہ کا استعمال عوامی مفاد، مفید اور ضروری کام کرنے میں دوستوں کی حوصلہ افزائی میں اور دشمنوں کے منہ پر بدستور کالک پوتنے میں صرف کرسکیں۔ انہوں نے اپنے جان لیوا مرض کو اپنے کام، اپنی تحریک، اپنی تخلیقات اور اپنے مشہور افکار میں آڑے نہیں آنے دیا۔ وہ آخری دم تک اسی طرح نفیس لباس زیب تن کرنے کے شوقین، موسیقی کے دلدادہ، مفکر، ادبی نقاد اور ہردلعزیز پروفیسر بھی بنے رہے اور سامراج دشمن تحریک کے ستون اور عرب خود داری کے معتبر ترین شارح، فلسطینی آزادی کی سب سے ذمہ دار آواز تھے۔'' (۱۳)

وہ آخری عمر تک کولمبیا یونیورسٹی سے منسلک رہے تمام تر دباؤ کے باوجود اُن کی یونیورسٹی نے اُن کو کبھی تنگ نہیں کیا۔ ایک بار تو اُن کے دفتر کو آگ بھی لگائی گئی۔ امریکہ کے جنون پرست یہودی ادارے نے اُن کو اپنا دشمن نمبر اقرار دیا ہوا تھا۔ اکثر اُن کو جان سے مارنے کی دھمکیاں بھی ملتی رہتی تھیں۔ اُن کی یونیورسٹی نے اُن کے خلاف کبھی کچھ نہیں کیا۔ کیونکہ وہ امریکہ دانشوروں کی دنیا کے ایک درخشندہ ستارے تھے:

> ''سعید کو عالمی شہرت ۱۹۷۸ء میں شائع ہونے والی ان کی کتاب ''اورینٹلزم'' سے ملی۔ انتونیو گراشی، مشیل فوکو، تھیوڈ وراڈونی، فرانز فینس، ریمنڈ ولیمس اور ابراھیم ابولگور سے متاثر ۳۲ سالہ ادب کے معلم کی اس کتاب میں مغربی سائنسی روایت سے جرح کرتے ہوئے یہ دکھایا گیا ہے کہ کس طرح مغربی عالموں کے ذریعے (مشرق کے لوگوں) خصوصاً عرب لوگوں، ان کے معاشروں اور تہذیبوں کے بارے میں پیدا کردہ گیان نے مشرق کے ملکوں پر مغرب کی نو آبادیاتی جکڑ کو مضبوط کرنے کا کام انجام دیا ہے کہ کیسے مغرب کے بہترین مفکر، فنکار، اور ادیب جانے انجانے، مشرق کی کمتری اور نرالے پن اسیا متھک (Myeth) بنانے میں شامل رہے ہیں۔ جو مغربی سامراج پرستی اور مشرق کی غلامی کو جواز فراہم کرتا ہے کہ کس طرح یورپی

نشاۃِ ثانیہ کی قدر یورپ کی نوآبادیاتی نظام سے گتھی رہے ہیں۔" (۱۴)

(Orientalism) ''اوریئنٹلزم'' کے زیرِ اثر ایسا ردِعمل اور نظریات بھی سامنے آئے جس نے ایڈورڈ سعید کو حیران کردیا اور خود اپنے نظریات کے بارے میں زیادہ باخبر بنایا۔ اس کتاب میں ان کے ایسے طاقتور نظریات ہیں جو جلد سعید کے ہی قابو سے باہر ہوگئے۔ ہر جگہ مابعد نوآبادیاتی مطالعہ کا فیشن چل پڑا۔ سینکڑوں محقق اور عالم ''اوریئنٹلزم'' کے دائرے کے اندر سے مغربی علم اور سوجھ بوجھ کی تنقیدی جانچ پڑتال کرنے لگے تیسری دنیا کے علمی حلقوں کو سعید کے نظریات میں نجات کا فارمولا بھی نظر آ گیا جس سے وہ مغرب کی علمی غلامی اور یورپی بیداریِ نو اور غیر نسلی اثر کو اتار پھینک سکتے تھے:

> ''تیسری دُنیا کے ممالک میں آج بہت جگہوں پر ایسے دانشوروں اور مفکروں کا دبدبہ ہے جو اپنی جاگیروں میں ہر طرح کے مابعد نظام، مابعد جدیدیت، مابعد نوآبادیات، مابعد نشاۃ ثانیہ، مابعد مارکسزم اور مانیں یا نہ مانیں ... مابعد نظام سرمایہ داری، مابعد نظریہ حقوقِ نسواں کی فصلیں اُگا رہے ہیں۔" (۱۵)

''اوریئنٹلزم'' تین کتابوں کی سیریز کی پہلی کتاب تھی۔ دوسری دو (۱) ''دا کوئسچن آف پیلسٹین'' ۱۹۷۹ء (۲) ''کورنگ اسلام'' ۱۹۸۲ء۔ ان تینوں کتابوں میں سعید نے مغربی ممالک کے ساتھ تیسری دنیا کے تعلقات، خصوصاً عرب دنیا سے یورپ کے اور امریکہ کے معاملات میں اخلاقی، تاریخی، معاشی، سیاسی اور مذہبی رشتوں کا 'لیکھا جوکھا' پیش کیا ہے۔ نئے سامراج پرست کے دبدبے کے اس پورے دَور میں سعید کے کام، تحریریں اور خیالات بہت سی گتھیوں کو سلجھانے میں مدد کرتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ ظلم اور غلامی کی تاریخ اور اس کے پھیلاؤ کو جانے بغیر ہم کوئی قابلِ قبول حال تخلیق نہیں کر سکتے:

> ''ادب، ثقافت اور سیاست کے میدانوں میں روایتی تصورات سے انحراف سعید کی تحریر و تقریر کی ایک خاص پہچان ہے۔ وہ مغرب کی راسخ فکر پر وار کرکے دراصل (Colonialism) کی مخالفت کرتے تھے۔ ہر راسخ نظام اور عقیدے پر سوال قائم کرنا ان کا طریقۂ کار تھا کیونکہ ان کی رائے میں یہ رویے انسانی اسپرٹ کو پامال کرتے ہیں۔" (۱۶)

ایڈورڈ سعید کی دانشورانہ اہمیت کا تعین ایک مشکل کام ہے اور اس کے لیے اُن کی قدر و اہمیت کا اندازہ ان کی ہمہ جہت دلچسپیوں کے مکمل ادراک کے بغیر ممکن نہیں وہ ادب اور موسیقی کے غیر رسمی نقاد تھے۔ مسئلہ فلسطین اور قومیت کے پُرزور وکیل تھے اور مشرق کی از سرِ نو بازیافت ان کا نصب العین تھا۔ وہ امریکہ میں پس ساختیات بائیں بازو کے بااثر نمائندوں میں شامل تھے اور ثقافت و سیاست کی تفہیمِ نو ان کا ایک اہم مقصد تھا:

> ''Orientalism جیسی بڑی کتاب پر بھی سوال قائم کیے گئے کیونکہ یہ مغرب کے سیاسی اور ثقافتی ایجنڈے کی یکسر نفی کرتی ہے کہا گیا کہ وہ یاسر عرفات کے بے جا ناقد تھے اور ۱۹۹۳ء کے اوسلو معاہدے پر ان کی تنقید غیر مناسب تھی۔ لیکن ایسا اس لیے تھا کہ ان کے ناقدِ تخریب و تباہ

کاری کے درمیان بنیادی انسانی اسپرٹ کے برتر ہونے پر یقین رکھنے سے قاصر تھے جو امن و امان کے دروازے کھول سکتی تھی۔ یہ نئے تصورات اُن ناقدین کے ارادوں کی تکمیل میں مانع تھے۔ وہ فلسطین میں اسرائیلیوں کے ذریعے کیے جانے والے انسانی حقوق کی پامالی کے سخت ناقد تھے۔ وہ مغربی ایشیاء میں امریکی مخالف پالیسی کے مخالف تھے کیونکہ اس سے Postcolonialism کے تصور پر ضرب پڑتی۔'' (۱۷)

بیسویں صدی کے نصف دوم کے چند بہترین مفکروں اور دانشوروں نے دنیا سے خطاب کیا یہیں سے ایڈورڈ سعید نے ۱۹۹۳ء میں دانشوری کی روایت اور اس کی تعریف میں چھ خطبات دیے ان خطبات میں سعید کی فکر کے کچھ بنیادی خصائص سامنے آتے ہیں:

Representations of the Intellectual میں شامل اُن خطبات کے ابتدائیے سے چند اقتباسات:

''One task of the intellectual is the effect to break down the streotypes and reductive categories that are so limiting to human thought and communication. (P.XI) Infact, the attempt in these lectures is rather to speak about Intellectuals as precisely these figures whose public performances can neither be predicted nor compelled into some slogans, orthodox party line, or fixed dogma. (P.XII)'' (۱۸)

ایڈورڈ سعید کا سروکار محض ادب یا ادب کی تنقید سے نہیں رہتا بلکہ وہ ثقافت، تاریخ، سماجی تبدیلی، دہشت گردی کے مسائل اور قومیت کے تصور سے بھی اپنا تعلق اسی درجہ برقرار رکھتے ہیں:

''ایک ادبی ناقد کی حیثیت سے انھوں نے ادب کو ادیب کے مروجہ تصورات سے آزاد کرانے کی کوشش کی اور اسے اکادمی اور اکادمی کی خالص نصابی زبان اور فلسفیانہ موشگافیوں کی سحر آمیز بندشوں سے آزاد کیا۔'' (۱۹)

سعید کے خیال میں دانشور اور قاری سہل پسند ہوں گے تو درس گاہوں کا انحطاط ہوگا اور علم کے مقابلے میں اشیائے زمانہ زیادہ دلچسپی کا باعث ہوں گی، معاشرہ حاکمیت کا شکار ہوگا اور اس کا انحطاط لازمی ہوگا۔ اسی لیے انہوں نے تھیوری کا رشتہ حقائق سے جوڑا، ادب کو گنجلک اور مجرد تصورات کے نہاں خانوں سے نکال کر نصابی بندشوں سے آزاد کرنے کی کوشش کی:

''سعید کی تمام تر تصنیفات میں (۱۹۷۸ء) Orientalism ایک مخصوص اہمیت کی حامل ہے۔ انھوں نے میشل فوکو کی ''Truth,Knowledge,Power'' کے نظریے سے

استفادہ کرتے ہوئے اس کتاب میں مشرق پر مغرب کے کنٹرول کی توضیح کرنے کی کوشش کی ہے۔ امپیریل کلچر پر سعید سے پہلے فرانز فینن نے اپنی کتاب (۱۹۶۱ء) میں یہ بتانے کی کوشش کی تھی کہ Colonialism کسی قوم کے ماضی اور حال کی اپنے ایجنڈے کے مطابق از سرِ نوتعمیر کرنے کا کام کرتا ہے چنانچہ Colonised کا پہلا کام یہ ہونا چاہیے کہ وہ اپنے اصل ماضی کی بازیافت کرے۔ استشراق کی توضیح کرتے ہوئے سعید نے انٹونیو گرامچی کے Hegemony کے تصور کا سہارا بھی لیا ہے۔ جس میں Civil اور Political سوسائٹی میں فرق کیا گیا ہے۔'' (۲۰)

Postcolonial تنقید کی ابتدا باضابطہ طور پر سعید کی اسی کتاب کے ساتھ ہوئی اور آج یہ ایک معتبر حوالے کے طور پر سامنے آتی ہے۔ سعید کی یہ کتاب یورپی اور مغربی مرکزیت کی نفی کرتی ہے۔ سعید کی یہ کتاب Orientalism کی بات اس وقت ہونا شروع ہوئی جب یہ کتاب منظرِ عام پر آئی۔ ایسا نہیں تھا کہ سعید نے اس موضوع پر پہلی دفعہ بات کی ہو۔ دنیا میں اس سے پہلے بھی مستشرقین کی ایک پوری صف اس سے واقف تھی۔ جس میں مؤرخ، ماہر لسانیات اور زبان شامل تھے لیکن پہلی بار سعید نے ٹھوس نظریاتی بنیادوں پر مغرب کے تصور میں مشرقیت کے مقام پر پڑے ہوئے دبیز پردوں کو مدلل انداز میں اُٹھایا:

''سعید کا خیال ہے کہ مشرقیت کی بازیافت کا تصور دراصل مغرب کے اظہارِ قوت کی نفی ہے اور اس عمل میں مشرق خود کو بامعنی طور پر قوت بخشتا ہے اور مغرب کے مابین اپنی حقیقی قوت کا تعین کرتا ہے۔ اٹھارہویں صدی سے ہی مشرق اور مشرقیت کا تصور مغرب کی ایجاد رہی ہے۔ جس کے نتیجے میں ایک مخصوص اور راسخ تعریف اکادمیوں، میوزیموں، راج کے دفتروں اور انسان اور کائنات سے متعلق علم و دانش کی مختلف سطحوں پر رائج رہی ہے۔ یہی تعریف بشریات، حیاتیات، لسانیات، نسلیات اور تاریخی مطلعات میں نظریاتی توضیح کی بنیاد رہی ہے۔ سعید کے نزدیک مشرقیت ارضی جغرافیائی و سیاسی ادراک کی تقسیم کا نام ہے۔ جس کا تعلق علم و دانش کے ہر شعبے سے ہے یہ مطمحِ نظر ہمیں نئے واسطوں سے باخبر کرتا ہے اور اس کی نگہبانی کرتا ہے۔ یہ ایک نئے عزم کا نام ہے جس کے ذریعے نئی دنیاؤں کی خبر ملتی ہے۔'' (۲۱)

سعید کی کچھ دوسری اہم کتابوں میں Covering Islam (۱۹۸۱ء)، The World, (۱۹۸۳ء)، Text and Critic، Cutuer and Imperialism (۱۹۹۳ء) تسلسل سے سعید کے مندرجہ بالا نظریات کا پرتو ملتا ہے۔

پہلی کتاب میں اسلام اور مغرب کے حوالے سے بتانے کی کوشش کی ہے کہ میڈیا اور ماہرین ہمیں کس طرح دنیا کی طرف دیکھنے پر مجبور کرتے ہیں۔

دوسری کتاب میں اُنہوں نے سیکولر تنقید، ناقد، فن پارے کے تعلق، تکرار، خلاقیت، اسلام، علم اللسان،

فرانسیسی ثقافت اور جدید تنقید کے مختلف انداز پر بحث کی ہے۔

تیسری کتاب میں مختلف فن پاروں، ادیبوں اور دیگر مثالوں کے حوالے سے ملی جُلی تاریخوں اور علاقوں، مربوط وژن، مزاحمت اور مخالفت کے عصری معنویت والے مسائل کو اپنی گفتگو کا موضوع بناتے ہیں:

> ''سعید کی تمام تر تصانیف میں ایک نوع کا تسلسل دیکھا جاسکتا ہے یہ ایک ایسی صفت ہے جو پختہ کار ادیبوں اور دانشوروں میں پائی جاتی ہے اسے ایک پیچیدہ تسلسل سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ جس میں ادب، تاریخ، ثقافت اور سیاست کے درمیان ایک قابلِ قدر ہم آہنگی ملتی ہے یہ ایک ایسی ہم آہنگی ہے جو سعید سے پہلے کسی اور کے یہاں اس انداز میں نظر نہیں آتی ہے۔''
> (۲۲)

Edward said's evdution and critique of the set of beliefs known as Orientalism forms an important back ground for postcolonial studies. His work, highlights the inaccuracies of a wide variety of assumptions as it questions various paradigms of thought which are accepted on individual, academic, and political level:

> "Said argues that Orientalism can be found in current western depictions "Arab" cultures. The depiction of "The Arab" as irrational, menacing, untrustworthy, anti western, dishonest and ... perhaps most importantly prototypical, are ideas into which Orientalist scholarship has evolved.(۲۳)"

Orientalism 1978 is the book by Edward Said that has been highly influential is postcolonial studies. in the book Said writes that:

> Orientalism is a constellation of false assumptions underlying western attitude towards the Middle East. This body of scholarship is Marted by "Subtle and Persistent Eurocentric Prejudice against Arabo Islam people and their culture." [I] Heargued that along tradition of romanticized images of Asia and the Middle East in Western culture has served as an implicit justification for European and the American colonial and imperial ambitions. Just as Orientalists' ideas of Arabic culture." (۲۴)

''اوریئنٹلزم'' میں ہمیں ادب اور سیاست کا گٹھ جوڑ نظر آتا ہے سعید نے بڑی کامیابی سے اس کتاب میں یہ بات پیش کی کہ کس طرح کلچرل سامراجیت اور سیاسی سامراجیت مل کر اسلام کو غلط ڈھنگ سے پیش کرتے ہیں۔ اور اس کا مقصد مسلمانوں خصوصاً مشرقِ وسطیٰ پر مغربی تسلط کا بنائے رکھنا مقصود ہوتا ہے۔ یہ کتاب چار حصوں پر مشتمل ہے۔

(۱) پہلا حصہ: اوریئنٹلزم کی شناخت

(۲) دوسرا حصہ: اوریئنٹلزم کا تصورتی جغرافیہ اور اس کی نمائندگی

(۳) تیسرا حصہ: Projects ہے جس میں اوریئنٹلزم سے متعلق مغربی مفکرین کی غلط تعبیرات

(۴) چوتھا حصہ: Crisis یعنی اوریئنٹلزم/مشرقیت کا خلفشار

شروع شروع میں ایڈورڈ سعید کی دلچسپی صرف انگریزی ادب کے اکادمک مطالعے تک محدود تھا۔ وہ انگریزی ادب کے ناولوں پر یا اٹھارویں صدی کے ادب پر ایسے لیکچرز دیا کرتے تھے جن کا تعلق کسی قسم کی اصل فکری بنیادوں سے قطعی نہ تھا۔ آہستہ آہستہ اُن کے لیجے، جن کا تعلق بظاہر سیاست سے تو نہیں تھا مگر ان میں دانشوری کا سوالیہ لہجہ، تاریخیت، سماج اور ادب کا آپسی تال میل اور اُلجھاؤ دونوں صاف نظر آتے تھے:

> ''ایڈورڈ سعید کی پہلی کتاب ''Beginings'' ہے اس کتاب میں اُن کی آواز اتنی بلند آہنگ اور منظم تو نہیں، جو بعد میں اُن کی دوسری کتاب ''Orientalism'' میں ظاہر ہوئی مگر ایک طرح سے دیکھا جائے تو Beginings اُن کی ایک سب سے اہم کتاب ہے کیونکہ اس میں ایڈورڈ سعید کی تھیوری بہت کم نظر آتی ہے بلکہ اس کتاب میں وہ اپنے عہد کی مختلف آوازوں، اسلوبوں، نظریوں اور متضاد خیالات کی شعور بھری رہ گزر سے ہو کر گزرتے ہیں۔ اس کتاب میں ایک کورس، سنگیت کا سا تاثر ہے یا ایک اجتماعی گیت کا سا۔'' (۲۵)

Said also come to be known as a public intellectual who frequently disscussed contemporary politics, music, culture and literature, in lectures, news papers nd magazine, colums and books:

> ''Said argued for the creation of Palestinian state, equal rights for Palestinian in Israel, Including the right of return, and for increased pressure on Israel, especially by the United States. He also criticized several Arab and Muslim Regions.'' (۲۶)

مشرق شناسی کا تناظر ہے جس کا تجربہ اور وضاحت ایڈورڈ سعید نے اپنی کتاب ۱۹۷۸ء میں شائع ہونے والی کتاب مشرق شناسی (Orientalism) میں کی ہے۔ ایڈورڈ کے اثرات مابعد نوآبادیاتی تنقید پر اساسی نوعیت کے ہیں۔ اس کام کے لیے اُنہیں تحریک آزادیٔ فلسطین کے مقصد کے ساتھ شاید سیاسی وابستگی سے ملتی رہی۔ میشل

فوکو کے ممتاز ترین شاگرد ہونے کے ناطے پس ساختیات میں دلچسپی رکھتا تھا۔ اور مغرب کے ڈسکورس کی تھیوری کا تعلق حقیقی و سیاسی اور سماجی جدوجہد سے جوڑ سکتا ہے۔ فوکو کے نظریات کا تتبع کرتے ہوئے ایڈورڈ نے مغربی ڈسکورس کو چیلنج کیا۔ ایڈورڈ سعید کا کہنا یہ ہے کہ:

> ''مشرق شناسی کے تین جزوی طور پر مشترک دائرہ ہائے کار ہیں۔ پہلی چیز تو مغرب اور ایشیاء کے درمیان پچھلے چار ہزار سال سے موجود تہذیبی تعلقات کی تاریخ اور نوعیت ہے۔ دوسرا معاملہ اُن علوم کا ہے جن کے ماہرین نے گزشتہ صدی کے آغاز سے مشرقی زبانوں اور تہذیبی مطالعوں کے حوالے سے مہارت حاصل کرنا شروع کی۔ تیسرا مسئلہ ان پیش یا افتادہ نظریات و تصورات کا ہے جو مغرب میں مشرق کے بارے میں پائے جاتے ہیں۔''(۲۷)

مغربی دانشوروں نے نسل در نسل کوشش کر کے ان تصورات کو عام کیا ہے۔ مشرق شناسی کے معاملے میں تمام مسائل کے حوالے سے ایک تہذیبی فرق ہمیشہ پیش نظر رکھا ہے۔ یہ فرق مشرق (Orient) اور غرب (Occident) کے درمیان موجود ہے:

> ''ایڈورڈ سعید کا کہنا ہے کہ یہ امتیاز قدرتی کم اور ''تصوراتی جغرافیے'' کا زیادہ ہے یہ فکر اسی قدر سیاسی ہے جس قدر علمی۔ لہٰذا ایک نہایت اہم سوال اُٹھتا ہے کہ نقاد کا مقام کیا ہے۔ ایڈورڈ کہتے ہیں کہ ایک ایسی صورتِ حال میں جو سراسر سیاسی مسائل، سیاسی قوت اور سیاسی حکمتِ عملیوں سے عبارت ہے کیا ایسے علوم کی گنجائش موجود ہے جو جبر و اکراہ سے پاک ہوں۔''(۲۸)

سعید زیرِ تجزیہ موضوع سے باہر کسی آزاد اور غیر جانبدار نقطے کے مفروضے کو رد کرتا ہے۔ ایڈورڈ سعید کے کام کا بیشتر انحصار گرامسکی کی مارکسیت، اڈورنو کی منفی جدلیات اور خصوصاً فوکو کے ڈسکورس کو طاقت قرار دینے کے نظریے پر ہے۔ سعید نے یہ وضاحت کی ہے کہ:

> ''ترقی یافتہ دنیا اور تیسری دنیا کے تعلقات کے ارتقا اور استقرار میں معاشرتی مظاہر کا کیا کردار ہے وہ کہتا ہے کہ تجزیے کی تفہیم مکمل طور پر ردِ تشکیل اور مثالیت کے مخالف تناظر میں ہونی چاہیے۔''(۲۹)

سعید کی تحریروں خصوصاً مشرق شناسی پر اعتراضات بھی ہوئے کہ اس میں تھیوری کی کمی ہے ان اعتراضات کا جواب سعید کی آخری تحریروں میں موجود واضح ردِ تشکیل کی بازگشت سے مل جاتا ہے۔ لیکن ردِ تشکیل خود ان سیاسی اقدامات اور تبدیلیوں کے لیے اساس فراہم نہیں کرتی جس کی خواہش سعید کے اندر موجود تھی:

> ''اپنی کتاب ''دنیا، متن اور نقاد، ۱۹۸۲ء میں سعید نے متن کی ارضیت کا جائزہ لیا ہے۔ سعید نے اس تصور کو مکمل طور پر رد کر دیا ہے کہ گفت گو ایک دنیاوی وجود رکھتی ہے لیکن متن ارضیت سے ماورا ہے اور اس کا ایک مبہم، غیر واضح تصور نقاد کے ذہن میں ہی وجود رکھتا ہے۔ سعید کا

کہنا یہ ہے کہ حالیہ تنقید ''تعبیر کی لامحدودیت'' پرضرورت سے زیادہ زور دیتی ہے اور یوں متن اور حقیقت کے درمیان ربط ختم ہوجاتا ہے۔'' (۳۰)

سعید کوئی ایسا دعویٰ نہیں کرتے جو کہ اُن کے کہے گئے سے مختلف ہو۔ اُن کے پاس اتھارٹی موجود ہے لیکن اس کے باوجود ایک طاقت ور ڈسکورس کا آغاز کرنے کی کوشش ضرور کرتے ہیں:

''وہ اپنے تجزیوں میں خاص طور پر پس ساختیاتی حربے بروئے کار لاتا ہے مثال کے طور پر فوکو، دریدا اور جدید تحلیلِ نفسی کا طریقہ کار استعمال کرتے ہوئے اس نو آبادیاتی ڈسکورس کا مطالعہ کیا ہے۔'' (۳۱)

Edward's first book, Joseph Conral and the Fiction of Autobiography (1966) elaborated the idea that becoming a writer was a project rather than a career, that you poured yourself into a series of works which in turn defined who you were. His second book, beginnings (1975), exploring masterpieces of Modernism and more recent works of theory, argued that a beginning is different from (and preferable to) an organ, because a beginning can be chosen and an origon can be chosen and an origon can only be acknowledged A beginnings Edward wrote:

> "Methodologically unites a practical need with a theory an intention with a method. 'we note the element of work and practice in both cases, and in orientalism (1978), his third book, he looked at the long haul of cuture in a practicular, dense instance: the 'invention' of the East by the West, a process which resembles many others in which 'we' define 'them' and get 'them' and get them to live up tour definition." (۳۲)

عظیم ادیبوں کے ساتھ اکثر یہ ہوتا ہے کہ بہت سی کتابیں لکھتے ہیں جو اُن کو شہرت کے اعلیٰ ایوانوں میں پہنچا دیتی ہیں۔ لیکن ان کے مشہور ہونے میں عام طور پر اُن کی کسی ایک تصنیف کا ہاتھ ہوتا ہے جو کہ ماسٹر پیس (Master Piece) کہلاتی ہے۔ ایڈورڈ جو امریکہ میں آباد تھے ایک فلسطینی دانشور کے طور پر پورے امریکہ اور پھر باہری دنیا میں بھی شہرت کی بلندیوں پر پہنچ گئے۔ وہ صاحبِ ادراک تھے اور اُن کو یہ شہرت آپ کی مشہور زمانہ تصنیف ''اورینٹلزم'' سے ملی کہ جس کا ذکر یہاں بہت دفعہ آچکا ہے:

''سعید کا نظریہ یہ تھا کہ اورینٹلزم خالصتاً ایک تھیوری ہے جس کا اس حقیقت کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں۔ جس کے تجزیے اور تفہیم کا کام اس سے لیا گیا۔ سعید کے مطابق اورینٹلزم کی یہ تھیوری

مکمل طور پر اُن مغربی مفکرین کے ذہن کی پیداوار تھی جو اپنے تمام تر شدید باہمی اختلافات اور متضاد نظریات کے باوجود اس پر نسل بعد نسل کام کرتے چلے آرہے تھے۔'' (۳۳)

فرانس کے مائیکل فوکو اور ایڈورڈ سعید کا زمانہ لگ بھگ الگ نہیں بلکہ ایک ہی ہے۔ تاہم فوکو نے ایڈورڈ سعید کے زیرِ اثر رہتے ہوئے اپنے نظریہ آزادی کو قائم رکھا۔ فوکو نے بجائے خود سماجی علوم میں معروضی حیثیت کے تصور پر سوالیہ نشان لگا دیا۔ فوکو نے 'سچائی' (Truth) کے بجائے 'سچائیوں' (Truths) کا تصور پیش کیا دوسری طرف ایڈورڈ سعید نے انسانی علم پر معروضی حقیقت کی اولیت کے تصور کو اُلٹ کر مادے پر ذہن کی فوقیت کی حمایت کی تھی:

''ایڈورڈ سعید کے پاس ایک وسیع مطالعے اور علم کی طاقت تھی۔ پھر اُسی کے ساتھ اس پر طاری رہنے والی وہ ہیجانی کیفیت جس کے تحت اُس نے خود کو مسائل میں اُلجھایا۔ ایسے عظیم دانش وروں کے ہاں یہ چیز خال خال ملتی ہے (حالانکہ یہ اتنا غیر معمولی بھی نہیں تھا۔ اس لیے کہا کہ ایسی ہی بے پناہ صفات کارل مارکس میں بھی تھیں) سعید کے دلائل نے ایک دم ہی ہر طرف ایک قیامت سی مچادی۔ یہ قیامت صرف عربوں تک ہی محدود نہیں تھی جسے سعید کی شکل میں ایسا جادو بیاں نمائندہ ملا تھا جو امریکہ میں اور یورپ کے اکادمک حلقوں میں بھی ایڈورڈ سعید کے دلائل سے ایک ہمدردانہ لہر دوڑ گئی۔'' (۳۴)

ایڈورڈ نے اورینٹلزم کے علاوہ اور بھی بہت کچھ لکھا ہے ان میں سب سے زیادہ معروف ان کی کتاب 'کلچر اور امپیریلزم' ہے اگر چہ 'اورینٹلزم' کی طرح یہ کتاب نہ تو متنازع اور نہ ہی اتنی طاقت ور۔ ان کی دوسری قابلِ ذکر کتابوں میں 'ریفلیکشنز آن ایکزائل' اور 'دی کوئیچن آف پیلسٹائن' کے نام لیے جا سکتے ہیں۔ مغربی موسیقی پر بھی ایڈورڈ کی ایک کتاب 'میوزیکل ایلوبوریشنز' کے نام سے ہے۔ مزید دو کتابیں 'جہل کا تصام' اور 'مسئلہ فلسطین' ہیں:

''سعید کی دوسری مقبول و معروف کتاب ''کلچر اینڈ امپیریلزم (۱۹۹۳ء) ہے جس میں اُنہوں نے انیسویں اور بیسویں صدی کے بعض ناول نگاروں مثلاً جین آسٹن، ای ایم فورسٹر، جوزف کونریڈ اوررڈ، یارکیلنگ کو اپنی تخلیقات کے ذریعے برطانوی سامراج کی بنیادوں کو نظریاتی استحکام بخشنے اور اس سامراج کو جواز مہیا کرنے کا قصور وار ٹھہرایا ہے سعید کا خیال تھا کہ تقریباً تمام یورپی مشرقی دنیا کے معاملے میں متعصّبانہ، نسل پرستانہ اور سامراجی مقاصد کے شکار ہیں وہ مشرق کی تصویر کو ہمیشہ مسخ کر کے دکھاتے ہیں۔'' (۳۵)

اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں مغرب اور مغربی میڈیا جس طرح کے متعصّبانہ رویے کا حامل تھا اور ہے اس سے کسی کو انکار نہیں۔ مغربی دنیا کی اسلام کے خلاف جس مبالغہ آمیزی سے کام لیا جاتا ہے۔ اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوچ پختہ ہو چکی ہے کہ اسلام ہائی جیکنگ اور دہشت گردی کا دوسرا نام ہے:

''اپنی کتاب 'کورنگ اسلام' (Covering Islam) ۱۹۸۱ء میں سعید نے یہ دکھایا ہے کہ

مغربی علماء کس کس طرح اسلام اور عرب دنیا کی ایک من مانی شبیہہ دکھانے کی مسلسل سازش میں سرگرم ہیں۔ بعض مبصروں کا خیال ہے کہ اسلام اور عرب دنیا کی حقیقی صورتِ حال کا اتنا کھرا اور منصفانہ جائزہ پچھلے پچاس برسوں میں سامنے نہیں آیا۔'' (۳۶)

ایڈورڈ کے مطابق جو کچھ علم میں پیش کیا جاتا ہے وہ دراصل ملی جلی چیز ہوتی ہے اور اس کا یقین پیدائشی ضرورتوں سے کم اور خارجی ضرورتوں سے زیادہ ہوتا ہے۔ اپنی کتاب (Covering Islam) میں اُن کا موقف رہا ہے کہ اسلام کی جو روایتی کوریج تعلیمی اداروں، حکومت اور میڈیا میں دیکھی جاتی ہے۔ وہ حقیقت سے مختلف ہوتی ہے۔ ایک جگہ اظہارِ خیال فرماتے ہیں:

''مغرب میں کسی دوسری 'کوریج' کے مقابلے میں اسلام کی کوریج زیادہ دُور تک پہنچتی ہے۔ اور اس سے دوسروں کو ترغیب بھی زیادہ ملی ہے پھر اسلام کی تشریح کا معاملہ بھی اس سے کچھ زیادہ مختلف نہیں رہا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ یہ کوریج صحیح اور سچائی پر مبنی تھی بھی یا نہیں، اس کی کامیابی کا سہرا ان لوگوں اور اداروں کے سیاسی اثر ورسوخ کے سر ہوتا ہے، جنھوں نے اس کوریج کو تیار کیا، میں دلیل بھی پیش کر چکا ہوں کہ اس کوریج میں اسلام کے صحیح علم سے انحراف کیا گیا ہے اور اس انحراف کے جو مقاصد ہو سکتے تھے وہ بھی اس سے پورے ہوتے ہیں۔'' (۳۷)

اپنی کتاب Covering Islam میں ایک جگہ بیان کرتے ہیں کہ اسلام کا صحیح تصور اصل میں کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اسلام کو جس طرح مغرب نے استعمال کیا وہ کسی صورت قابلِ قبول نہیں ہے۔ صدیوں سے اسلام زندگی کی بنیادی قوت کے طور پر چلا آ رہا ہے کم از کم آج کے دور میں اس کی قوت بڑھتی ہوئی ہی معلوم ہوتی ہے:

''اسلام میں دین اور ریاست کو ایک دوسرے سے الگ کرنے کا کوئی تصور نہیں ہے یہ ایک مکمل نظام ہے۔ یہ عقیدے تک محدود نہیں ہے بلکہ اس میں عمل کے قواعد بھی موجود ہیں اور روزمرہ زندگی کے ضوابط بھی، اس میں نجات کے لیے یہ کشش موجود ہے کہ مسلمان کافروں کے ساتھ لڑیں یا انھیں اپنے دین میں لے آئیں۔'' (۳۸)

وہ فلسطین کے عاشق تھے ایک ایسے عاشق جو کہ دانشور بھی تھے اور دانش جُو بھی تھے اسی لیے وہ فلسطینی رہنماؤں، سیاستدانوں، دانشوروں اور ادیبوں کے نکتہ چیں بھی تھے۔ ہم فلسطین کو اخبار میں خون کے تھالوں سے بھری تصویروں، مسمار گھروں اور حسرتوں سے تکتے ہوئے مردوں، جوان بیٹوں کے جنازے پر ماتم کرتی عورتوں اور اسرائیلی فوجیوں کے ظلم وستم کا شکار بچوں اور جوابی کارروائی کے طور پر نوعمر لڑکوں اور لڑکیوں کے ہاتھوں میں کنکر، پتھر اور مٹی کے ڈھیلے مارتے ہوئے فولادی آہن سے بنے ہوئے اسرائیلی ٹینکوں کی تصاویر کی شکل میں دیکھتے ہیں۔ ایڈورڈ سعید نے فلسطین سے اس طور عشق کیا کہ جو خود نو آبادیاتی آقاؤں کی پرستش کرنے والے فلسطینی گھرانے میں پیدا ہوا تھا۔ وہی سامراج واستعمار کا دشمن اور فلسطینیوں کا سب سے بڑا وکیل بن گیا:

''نہتے نوجوانوں پر اسرائیلی فوج کی چڑھائی اور فلسطینی بستیوں کی تباہی سے وہ اس قدر

برافروختہ تھا کہ اس نے سنہ ۲۰۰۰ء میں لبنان کی سرحد پر کھڑے ہو کر ایک اسرائیلی فوجی چوکی پر پتھر پھینکا۔" (۳۹)

ایڈورڈ عیسائی تھے اور ان کی تربیت مغربی دانش وروں نے کی تھی لیکن وہ ایک سچے عالم اور دانشور کے طور پر دنیا کے سامنے آئے تھے۔ انہوں نے ہمیشہ اپنے ضمیر کے مطابق لکھا اور کسی معاملے پر کبھی بھی امریکہ انتظامیہ یا مغربی میڈیا سے سمجھوتہ نہ کیا۔ مغرب کی نمائندگی کرنے والوں مسلم یا عرب دنیا کے درمیان ایک ثقافتی جنگ جاری ہے لیکن عربوں اور اسلام کے بارے میں امریکی میڈیا کے متعصّبانہ رویے اُن کو چراغ پا کر دیتے تھے۔ فلسطین کے ساتھ اسرائیل نے جو کچھ کیا اس کے بارے میں انہوں نے دسمبر ۲۰۰۰ء میں لکھا:

"اسرائیل نے ۱۹۴۸ء میں اس علاقے پر قبضہ کیا جو تاریخی طور پر سرکاری لحاظ سے فلسطین تھا، اس کے لیے اس نے ۵۳۱ عرب دیہاتوں کو تباہ کر کے آبادی سے خالی کرالیا، دوتہائی آبادی بے دخل کر کے گھروں سے نکال دی گئی۔ آج وہی چالیس لاکھ مہاجر ہیں تاہم مغربی کنارہ اور غزہ، اردن اور مصر کے قبضے میں چلے گئے۔ اس کے بعد ۱۹۶۷ء کی جنگ میں وہ دونوں علاقے بھی اسرائیل کے حوالے ہوگئے اور تھوڑے سے رقبے کو چھوڑ کر اب تک اسرائیل کے تصرف میں ہیں۔ اس تھوڑے سے علاقے پر فلسطین کی نام نہاد "خود مختاری" ہے۔" (۴۰)

ایڈورڈ سعید کی موت فلسطین کے مجاہدینِ آزادی کے لیے ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ ایڈورڈ سعید اور فلسطین ایک ہی سکے کے دو رُخ ہیں۔ یاسر عرفات کے بعد اگر کسی دوسری شخصیت کا نام جدوجہدِ آزادیٔ فلسطین کے لیے آتا ہے تو وہ ایڈورڈ سعید کا نام ہے۔ ایڈورڈ نے جس کمٹمنٹ کے ساتھ فلسطین کی جدوجہدِ آزادی کا ساتھ دیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فلسطین ایک قومیت کا تصور ایک سیکولر تصور ہے۔ مذہبی نہیں، وہ فلسطینی قومیت کے علمبرداروں میں سے تھے وہ فلسطینی قومیت سے ہرگز سمجھوتا نہیں کر سکتے تھے۔ بنیادی طور پر یاسر عرفات اور سعید دونوں سیکولر فلسطینی قومیت کے قائل رہے ہیں کہ جہاں مسلم، عیسائی اور یہودی مل کر ایک مشترکہ قوم ہوں لیکن اوسلو معاہدے پر یاسر عرفات کے دستخط سے سعید کے اُن سے اختلافات پیدا ہوگئے اُن کے مطابق اس معاہدے کی وجہ سے اسرائیل کو بہت سی رعایتیں حاصل ہوگئیں جس نے فلسطین کی آزادی کے حصول کو سخت نقصان پہنچایا:

"اس معنی میں ایڈورڈ سعید کا رول اپنی جگہ بہت اہم تھا انہوں نے اوسلو معاہدے سے متعلق عرفات کی بڑی سخت تنقید کی اور آخر دم تک کرتے رہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ ایڈورڈ فلسطینی آزادی کے کتنے شیدائی تھے اور فلسطین کی آزادی سے ان کا کتنا شدید کمٹمنٹ تھا ان کے خلوص پر شک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔" (۴۱)

Throughout his adult life, Said involved himself in the effort for Palestinian statehood. In an article entitled Zionism from the Standpoint of its victims, he argued for the legitimacy and authenticity of both the Zionist

claim to a land (and more importantly, the Zionist claim that the Jewish people needed a home land) and Palestinian rights of self determination [93]

Said's books on the issue of Israel and the Palestinians 1. Questions of Palestine (1979), 2. The political of Dispossession (1994), 3. The End of the Peace Proces (2000):

> ''[I] In all my works I remained fundamentally critical of a gloating and uncritical nationalism ... My view of Palestine ... remains the same today: I expressed all sorts of reservations about the insouciant nativism and militant militarism of the nationalist consensus; I suggested instead a critical look at the Arab enviornment, Palestinian history and the Israel realities, with the explicit conclusion that only a negotiated settlement between the tweo communities of suffering, Arab and Jewish, would provide respite from the unending War.(۴۲)''

ایڈورڈ نے امریکہ میں رہتے ہوئے فلسطینی قوم کی آزادی کی حمایت اتنی شدت سے کی کہ اُن کے خلوص پر کوئی شک نہیں کیا جاسکتا۔ دنیا جانتی ہے کہ امریکہ ہر حال میں اسرائیل کا ساتھ دیتا ہے۔ اور امریکی میڈیا پر یہودیوں کا قبضہ ہے چنانچہ سعید کے خلاف زائنٹوں کا پروپیگنڈا ہمیشہ جاری رہا۔ اور ہمیشہ جھٹلاتے رہے کہ لوگوں سمجھیں کہ ایڈورڈ کا فلسطین سے کوئی تعلق ہے کہ جس کی وجہ سے وہ فلسطین کی حمایت کرتے ہیں:

> ''ایڈورڈ نے صرف فلسطین ہی کی حمایت نہیں کی بلکہ اسلام کے خلاف مغربی میڈیا میں جو پروپیگنڈہ ہوتا رہتا ہے اس کی اہلیت کو بھی پورے طرح بے نقاب کیا۔'' (۴۳)

وہ ہر طرح کے جابرانہ نظام کے خلاف تھے۔ جس طرح کے فلسطین کا تصور اُن کا تھا وہ ایک آزاد اور جمہوری طرز کی حکومت کا تصور پیش کرتا تھا۔ ان کے نزدیک انسانی حقوق کی بہت اہمیت تھی وہ ایسا معاشرہ قائم کرنا چاہتے تھے جہاں انسانی آزادی اور حقوق کا احترام ہو۔ وہ عرب ممالک میں آزاد جمہوری ریاستوں کا قیام چاہتے تھے:

> ''ایڈورڈ سعید ایک الگ فلسطینی پارٹی کی بنیاد ڈالنے کی کوشش کررہے تھے جو جمہوریت اور سیکولرازم کی علمبردار ہو۔ اس کے لیے وہ ایک فلسطینی ڈاکٹر مصطفیٰ برغولی کے ساتھ مل کر کام کررہے تھے اور اس میں فلسطینی سماج کے کئی گروپ شامل تھے۔ اس پارٹی کو نہ صرف مغربی ممالک نے نظر انداز کردیا بلکہ اسرائیلی حکام بھی اس کے اراکین کو طرح طرح سے پریشان

کرتے رہے ہیں۔ اس پارٹی کو فلسطینی عوام میں لگ بھگ ۵۵ فی صد لوگوں کی حمایت حاصل تھی۔'' (۴۴)

ایڈورڈ سعید کی رخصت کے بعد فلسطین اپنے ایک سچے عاشق سے محروم ہوگیا اور فلسطین کی آزادی کی تحریک کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا۔ آج کی دنیا میں فلسطینیوں کے حقوق اور ایک آزاد فلسطین کے قیام کی خاطر ایڈورڈ کی آواز شاید سب سے زیادہ موثر اور طاقت ور آواز تھی۔ آپ نے انقلاب کو امن کا گیت بنادیا تھا۔

''اس نے انقلاب کو امن کا گیت بنا دیا تھا

دروغ گوئی کے اس جہاں میں
وہ ایک سچ کا نقیب چہرہ اداس کر کے
چلا گیا ہے
تمام دنیا کے لوگ اس کے
علامتِ حق سمجھ کر پڑھتے
حلاوتِ جاں بنا کے رکھتے
وہ اس ستم گر جہاں میں
جب دیکھتا تھا، بچوں کو ذبح ہوتے
جوان بیٹوں کو قتل گاہوں کی سمت جاتے
تو اُسکی نوکِ قلم بھی
تلوار کی طرح کاٹتی تھی
ان بدنصیب چہروں کو
جن کے ہاتھوں نجف کی گلیوں میں خون پھیلا
کہ جو فلسطین کی سرزمین کو اجاڑنے کو
نصابِ عزت سمجھ رہے ہیں
ہزار وحشت کے اس جہاں میں
تم ایک انساں تھے
جس نے دیوارِ گریہ پہ امن کا حرف جا کے لکھا
تم ایک انساں تھے
جس نے زندہ حقیقتوں کو کبوتروں کے پروں میں باندھا
تمام مردہ ضمیر لوگوں کے پاس بھیجا

مگر وہاں کون تھا جو سُنتا
کہ سارے آقا کہ سارے حاکم کہ سارے جابر
اس ایک جلد کی غلامی کے سائے سائے
پنپ رہے تھے
تمہیں خبر تھی کہ بدنصیبی میں پلنے والے
یہ سارے چہرے جو سوچتے ہیں
مگر کبھی بولتے نہیں ہیں
تمہیں ہی اپنی زبان سمجھ کے
وہ پڑھ بھی لیتے ہیں
ہنس بھی لیتے ہیں
جو اَب چلے ہو غزہ کے خوں کا کفن پہن کر
تو جانتے ہو
تمام زیتون کے درختوں کی
شاخساروں پہ فاختائیں رو رہی ہیں
جو اَب چلے ہو تو جانتے ہو
یتیم و بے بس، ہماری دنیا میں
گھاس کی طرح اُگتے بندے
یونہی مریں گے، یونہیں جیئیں گے
پر تم نہ ہو گے
ہماری دنیا میں روز کی طرح چڑھتا
اور ڈوبتا سورج، یونہی رہے گا
پر تم نہ ہو گے
ہماری غربت میں
اک اور پیوند لگ گیا ہے
کہ تم نہیں ہو گے
پلٹ کے دیکھو تمہارا پیانو یہ کہہ رہا ہے
ہماری میراث لٹ چکی ہے!'' (۴۵)

جلاوطنی کی زندگی بسر کرنے والے اس شخص میں کتنی شخصیتیں جمع ہوگئی تھیں۔ ایک سماجی مفکر، ایک نقاد، ایک

ادیب، ایک سیاسی صحافی، ایکٹوِسٹ، دانشور اور ایک موسیقی شناس۔

وہ آخری دم تک نفیس لباس زیب تن کیا کرتے تھے۔ مفکر، ادبی نقاد اور ہر دلعزیز پروفیسر بنے رہے۔ موسیقی کے دلدادہ تھے:

''ایڈورڈ سعید ادب کو دوسری چیزوں سے الگ کر کے دیکھنے کے قائل نہیں تھے۔ ادب اور موسیقی کے تعلق پر وہ بہت غور وفکر کرتے تھے۔ وہ خود بھی عمدہ قسم کے پیانو کار تھے۔'' (۴۶)

مغربی موسیقی پر ایڈورڈ سعید کی کتاب 'میوزیکل ایلوبوریشنز' سے پتا چلتا ہے کہ:

''سعید مغربی موسیقی کے صرف ماہر مبصر ہی نہیں تھے وہ ایک پُر وقار موسیقار بھی تھے انہوں نے امریکہ میں اونچے درجے کے آڈیٹوریمز میں کبھی کبھی پبلک کنسرٹ بھی دیے ہیں۔'' (۴۷)

ان کا خیال تھا کہ جمالیاتی نشاط کو دوسری چیزوں سے جوڑ کر اس کی اہمیت و قدر میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ ایڈورڈ تسلیم کرتے ہیں کہ ہر فنکارانہ چیز کو سیاسی رنگ دینا بہت خطرناک ہے:

''۱۹۹۹ء میں انہوں نے اسرائیلی موسیقار ڈیوڈ بورن بوئم کے ساتھ مل کر ''مشرق۔ مغرب ڈیوائن آرکسٹرا'' کی تخلیق کی۔ اس آرکسٹرا کا نام 'حافظ شیرازی' کے نام ''گیٹے'' کی لکھی ایک نظم کے اوپر رکھا گیا تھا مگر المیہ تھا کہ اس آرکسٹرا کو بھی سیاسی رنگ دے دیا گیا اور 'راملہ' میں اس کا شو روک دیا گیا یہ کیسی عجیب اور کربناک جلاوطنی تھی۔'' (۴۸)

ان کے ویژن میں ایک خاص قسم کی وسعت، ذمہ داری کا احساس اور اخلاقیات شامل رہی، تمام زندگی وہ ادب، سیاست، سماج اور یہاں تک کہ موسیقی کے ذریعے انسانی قسمت، اس کے کربناک مسائل و اسباب کو سمجھنے کی کوشش کرتے رہے:

''ایڈورڈ سعید یہودی موسیقار بورین بوئم کی اس بات سے بہت متاثر تھے کہ ''سنگیت آپ کو گھر سے ویرانی میں لے جاتا ہے۔ وہ آپ کو ایک دم بے گھر کر دیتا ہے۔'' زندگی بھر ایڈورڈ سعید جس ذہنی جلاوطنی میں چلتے گھومتے اور بھٹکتے رہے وہ دراصل ایسا ہی سنگیت تھا جسے سُن کر ہم اچانک بے گھر ہو جاتے ہیں۔'' (۴۹)

In 1991 Edward published "Musical Elaborations" a somber but loving account of developments in music since Beethoven. Michael Wood Says:

"Perhaps arbitrarily, I associate this secure space of conversation and learning with Edwrd's insistence on the treasured solitude of the experience of art. He said of Brahms that he found himself 'coming to a sort of unstable' or inexpressible aspect of his music, the music of his music, which I think anyone who listen within

oneself. This music and this utopia are not incompatible with worldliness; they are the reward for respecting the world, and they are the images of a world of respect.'' (۵۰)

ایڈورڈ سعید کی شخصیت ہمہ جہت رنگ لیے ہوئے تھی۔ ایڈورڈ سعید کے دیوقامت دانش ورانہ مرتبے اور کینسر کے خلاف ان کی لڑائی کو دیکھتے ہوئے کوئی شخص ان کے بارے میں یہ سوچ سکتا تھا کہ شاید وہ بہت ہی مردم بیزار اور تنہائی پسند اور مغموم و رنجیدہ انسان ہوں گے لیکن حقیقت اسکے برعکس ہے ان کے وجود سے مزاح پھوٹا پڑتا تھا۔ ادبی برادری کے پبلک جلسوں میں انھیں سُننا نہایت پُرلطف ہوتا تھا۔ وہ نہایت انٹلیکچول ذہن کے مالک تھے مگر ساتھ ہی بہت پیارے انسان تھے ایسی نادر شخصیات جب گزر جاتی ہیں تو اپنے ساتھ بہت کچھ لے جاتی ہیں:

''ایڈورڈ سعید نے اپنی کتابوں سے اپنے مضامین اور اپنے کالموں سے ہمیں یہ باریک نکتہ تعلیم دِیا کہ 'سیکولرازم' لادینیت کا نہیں، رواداری، فراخ دلی اور معاملات کو عالمی انسانی تناظر میں دیکھنے کا دوسرا نام ہے سیکولرازم کی ثقافت سے جڑنے کے بعد ہی یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ ایک شخص مذہباً عیسائی، یہودی، ہندو یا سکھ ہو اور اپنے مختلف مذہب، ثقافت اور تہذیب کے درماندہ اور محروم لوگوں کے حقوق کے لیے اپنی تمام توانائیاں کے ساتھ جنگ کرے۔'' (۵۱)

ایڈورڈ سعید بلاشبہ ہمارے دور کے عظیم ترین عرب تھے۔ اس نخیف و بیمار اور ہر لمحہ اپنی یقینی موت کی طرف بڑھتے ہوئے دبلے پتلے شخص کی روح میں کیسی بے مثال توانائی اور روشنی تھی کہ انہوں نے باوجودیکہ اپنی جان لیوا بیماری کے مغربی سامراج کے سامنے ہار نہ مانی حالانکہ وہ پچھلے پندرہ سال سے سرطان میں مبتلا تھے۔ ان کا ذہن اتنا مرتب، شفاف اور دوررس تھا کہ گویا علوم وافکار کی تمام دنیائیں ان کی تابع تھیں:

''وہ ان مابعد جدید دانشمندوں میں نہیں تھے جو ہر دم الفاظ کی طاقت، معنویت اور ریڈیکل اسٹریٹجز گڑھتے رہتے ہیں لیکن حقیقی سیاست، عوامی زندگی اور ان کے دُکھ درد سے کبھی اپنا دامن میلا نہیں ہونے دیتے۔'' (۵۲)

ایڈورڈ سعید کی موت نے دنیا کے کروڑوں سیکولر، امن پسند انسان دوست، انقلابی، مجاہدین، فعال اور مہذب لوگوں کو غمزدہ کردیا۔ ان کے نہ رہنے سے فلسطینی لوگ اور بھی بے سہارا ہوگئے ہیں:

''وہ عظیم معلمین، مفکرین اور سماجی سیاسی مسئلوں پر موثر مداخلت کرنے والی اُن گنی چُنی ہستیوں میں تھے جن کی نسل ختم ہوتی جارہی ہے۔ سعید جیسے پائے کے عوامی اور عالمی دانشوروں (پبلک انٹلیکچول) ہمارے دور میں ویسے بھی کم ہی ہوئے ہیں گزشتہ بیس ایک سال پر نظر ڈالیں تو چند ہی نام یاد آتے ہیں جو لاکھوں شاید کروڑوں کے الہنا کا سرچشمہ بنے ہوں۔'' (۵۳)

مائیکل ووڈ اُن کی موت کے بارے میں کچھ یوں رقمطراز ہیں۔ اپنے مضمون 'On Edward Said'

میں لکھتے ہیں:

> "A friend asks me how old Edward Said was when he died. I pause, do the little sum, and say; 'He was 67, a few months older than I was.' Then I catch the weird tense. 'Then I am.' Both tenses are true, of course. I'm still 67, bu a piece of me is past." (۵۴)

بائیں بازو کے مفکروں کے درمیان سعید پر یہ تنقید عام ہے کہ سعید نے اپنے اوریئنٹلزم میں تیسری دُنیا کے اپنے اندھیرے، اپنے کوڑے کرکٹ اور ذات پات، مذہبی اور جاگیردارانہ وراثت کی تنقیدی پڑتال نہیں کی اور نشاۃِ ثانیہ کو محض نوآبادیاتی سلسلے میں دیکھا ہے اس تنقید میں کچھ دم تھا لہٰذا سعید کا اچھا خاصہ وقت اس معاملے کی صفائی میں گزرا۔ لیکن اگر سعید کا نظریہ دیکھا جائے تو اس کو اُن کے اپنے طرزِ حیات کے لحاظ سے بھی دیکھا جاسکتا ہے:

> ''ان کا نظریہ نشاۃِ ثانیہ کی ریڈیکل تنقید نہیں بلکہ اس کے عہدوں اور قسموں کو پورا کرنے کی جدوجہد کا حصہ ہے وہ نشاۃِ ثانیہ پرستی کے بنیادی نظریے ...انسان پرستی پر ایمان رکھتے تھے وہ اس کے دوسرے اہم پہلو سیکولرازم سے اس حد تک وابستہ تھے کہ سیکولرازم کے ممتاز ترین نقیب کے روپ میں اگر ایک ہی نام لیا جائے تو ایڈورڈ سعید نام فطری طور پر ذہن میں آسکتا ہے۔''(۵۵)

سعید بیسویں صدی کی آخری چوتھائی کے اہم ترین ادبی ناقدوں اور مفکرین میں سے ایک تھے۔ ایڈورڈ کی عالمی شہرت کا مدار، امریکہ میں فلسطین کی آزادی کا زبردست حامی ہونا تھا۔ کینسر جیسے لاعلاج مرض سے تقریباً سات سال تک لڑتے رہنے کے بعد آخرِ کار ۲۵ ستمبر ۲۰۰۳ء کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے:

> ''ایڈورڈ سعید کی موت سے ہماری فلاکت زدہ دنیا غریب تر ہوگئی ہے۔ اب ایک بھی ایسا شخص دُور دُور تک دکھائی نہیں دیتا جو مغرب میں رہتے ہوئے مغربی دنیا کے اخلاقی اور فکری جرائم کا احاطہ ایڈورڈ سعید کی طرح کر سکے۔ سعید کی آواز سے مغربی اقتدار کے در و بام کانپ اُٹھتے تھے ور دنیا بھر کے علمی اور ادبی حلقوں میں یہ آواز احترام اور توجہ کے ساتھ سُنی جاتی تھی۔
>
> ع آسماں اس کی لحد پر شبنم افشانی کرے!'' (۵۶)

ایڈورڈ ایک شخص کا نام نہیں تھا وہ تو سوچنے اور زندہ رہنے کا ایک اسلوب بن چکے تھے وہ ایک عہد ساز مفکر تھے، ایک ادبی نقاد تھے، مجاہد تھے، دانشور تھے، ادیب تھے، موسیقی شناس تھے، سیاسی مفکر تھے، غرضیکہ اُن کی شخصیت نہ صرف مغرب بلکہ مشرق کے کمزور لوگوں کے لیے حق کی آواز تھی جس کی گونج رہتی دنیا تک تاریخ کے جھروکوں سے ایک روشنی کی طرح پھوٹتی رہے گی اور دنیا کبھی بھی ایسے اچھے انسان کو بھول نہ پائے گی۔

حوالہ جات:

۱۔ انیس الرحمٰن، **ایڈورڈ سعید کا حصہ**، اُردو ادب، دہلی، دسمبر۲۰۰۳ء،ص ۵۵
۲۔ خالد پرویز، ایڈورڈ سعید (خصوصی گوشہ)، جلاوطن ذہن کا سفر، ایڈورڈ سعید اپنی تحریروں کے آئینے میں،مشمولہ، **اُردو ادب**، دہلی، دسمبر۲۰۰۳ء،ص ۴۹
۳۔ ایضاً،ص ۴۹
۴۔ ایضاً،ص ۵۰
۵۔ ایضاً،ص ۵۱
۶۔ ایضاً،ص ۵۱
۷۔ ایضاً،ص ۵۲
۸۔ ایضاً،ص ۵۲
۹۔ ایضاً،ص ۵۳۔۵۴
۱۰۔ ایضاً،ص ۵۴
۱۱۔ انیس الرحمان، ایڈورڈ سعید کا حصہ،مشمولہ، **اُردو ادب**، دہلی، دسمبر۲۰۰۳ء،ص ۵۶
۱۲۔ اسد زیدی، ترجمہ۔ حیدر جعفری سید، **مغرب کی عدالت میں مشرق کا وکیل**، شمارہ نمبرن، نیا ورق،ص ۱۱
۱۳۔ ایضاً،ص ۱۱
۱۴۔ ایضاً،ص ۱۲
۱۵۔ ایضاً،ص ۱۳
۱۶۔ انیس الرحمان، ایڈورسعید کا حصہ،مشمولہ، **اردو ادب**، دہلی، دسمبر۲۰۰۳ء،ص ۵۷
۱۷۔ ایضاً،ص ۵۶۔۵۷
۱۸۔ ایضاً،ص ۵۷
۱۹۔ ایضاً،ص ۵۸
۲۰۔ ایضاً،ص ۵۹
۲۱۔ ایضاً،ص ۶۰۔۶۱
۲۲۔ ایضاً،ص ۶۱
۲۳۔ http://www.english.emory.edu/Bahri/Orientalism.html، p1-2
۲۴۔ http://en.wikipedia.org/wiki/orientalism-p1
۲۵۔ خالد جاوید، ایڈورڈ سعید (خصوصی گوشہ)، جلا وطن ذہن کا سفر۔ ایڈورڈ سعید اپنی تحریروں کے آئینے میں،مشمولہ، **اردو ادب**، دہلی، دسمبر۲۰۰۳ء،ص ۵۱
۲۶۔ http://en.wikipedia.org/wiki/Edward_Said
۲۷۔ ناصر عباس نیر، مرتّبہ؛ **معابعد جدیدیت۔ نظری مباحث** (حصہ اول)، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، رائے ونڈ، لاہور،ص ۲۴۶

۲۸۔ ایضاً، ص ۲۴۶
۲۹۔ ایضاً، ص ۲۴۳
۳۰۔ ایضاً، ص ۲۴۳۔۲۴۴
۳۱۔ ایضاً، ص ۲۴۵
۳۲۔ p6-http://www.lrb.co.uk/v25/n20/michael_Wood
۳۳۔ اسلم پرویز، مترجم، ایڈورڈ سعید (۲۰۰۳ء۔۱۹۳۵ء)، **فلسفی، موسیقار، مجاہد**، ص ۶۸
۳۴۔ ایضاً، ص ۷۰
۳۵۔ شمیم حنفی، ایڈورڈ سعید کی یاد میں، **دنیا زاد** (کتابی سلسلہ)، فروری ۲۰۰۴ء، ص ۲۲۷
۳۶۔ ایضاً، ص ۲۲۷
۳۷۔ ظہیر جاوید، مترجم، **اسلام او رمغربی ذرائع ابلاغ**، طبع اول ۲۰۰۷ء، مقتدرہ قومی زبان، پاکستان، ص ۲۶۶۔۲۶۷
۳۸۔ ایضاً، ص ۸۸
۳۹۔ زاہدہ حنا، وہ فلسطین کا عاشق تھا، **دنیا زاد** (کتابی سلسلہ)، فروری ۲۰۰۴ء، ص ۲۲۹
۴۰۔ ایضاً، ص ۲۳۱
۴۱۔ اصغر علی انجینئر، ایڈورڈ سعید اور مسئلہ فلسطین، **اردو ادب**، دہلی، دسمبر ۲۰۰۳ء، ص ۶۵
۴۲۔ p11-http://en.wikipedia.org/wiki/Edward_said
۴۳۔ اصغر علی انجینئر، ایڈورڈ سعید اور مسئلہ فلسطین، **اردو ادب**، دہلی، دسمبر ۲۰۰۳ء، ص ۶۵
۴۴۔ ایضاً، ص ۶۶
۴۵۔ کشور ناہید، یادِ بود: ایڈورڈ سعید، **دنیا زاد** (کتابی سلسلہ)، فروری ۲۰۰۴ء، ص ۲۲۳۔۲۲۵
۴۶۔ خالد جاوید، ایڈورڈ سعید (خصوصی گوشہ)، جلاوطن ذہن کا سفر، ایڈورڈ سعید اپنی تحریروں کے آئینے میں، مشمولہ، **اردو ادب**، دہلی، دسمبر ۲۰۰۳ء، ص ۵۴
۴۷۔ ایضاً، ص ۷۱
۴۸۔ ایضاً، ص ۷۲
۴۹۔ ایضاً، ص ۷۲
۵۰۔ p4-http://www.lrb.co.uk/v25/n20/michael_wood/on-edward-said
۵۱۔ زاہدہ حنا، وہ فلسطین کا عاشق تھا، **دنیا زاد** (کتابی سلسلہ)، فروری ۲۰۰۴ء، ص ۲۲۴
۵۲۔ اسد زیدی، ترجمہ۔ حیدر جعفری سید، مغرب کی عدالت میں مشرق کا وکیل، **نیا ورق**، نمبر شمارہ نمبر ن، ص ۱۱
۵۳۔ ایضاً، ص ۱۰
۵۴۔ p1-http://www.lrb.co.uk/v25/n20/michael-wood/on-edward-said
۵۵۔ اسد زیدی، ترجمہ۔ حیدر جعفری سید، مغرب کی عدالت میں مشرق کا وکیل، مشمولہ، **نیا ورق**، شمارہ نمبر ن، ص ۱۳
۵۶۔ شمیم حنفی، ایڈورڈ سعید کی یاد میں، **دنیا زاد** (کتابی سلسلہ)، فرورسی ۲۰۰۴ء، ص ۲۲۷